

حضرت مسیح موعودؑ کی احباب جماعت کو پسند و نصائح

(ملفوظات جلد 10 ایڈیشن 1984ء)

(تقریر نمبر 2)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ (العنكبوت: 70)

اور وہ لوگ جو ہمارے بارہ میں کوشش کرتے ہیں ہم ضرور انہیں اپنی راہوں کی طرف ہدایت دیں گے اور یقیناً اللہ احسان کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

کبھی نصرت نہیں ملتی در مولیٰ سے گندوں کو
 کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو
 وہی اُس کے مُقَرَّب ہیں جو اپنا آپ کھوتے ہیں
 نہیں راہ کی عالی بارگہ تک خود پسندوں کو
 یہی تدبیر ہے پیارو کہ مانگو اُس سے قربت کو
 اسی کے ہاتھ کو ڈھونڈو جلاؤ سب کمندوں کو

معزز سامعین! اللہ تعالیٰ کے فضل سے ”مشاہدات“ کو ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دس جلدوں میں سے احباب جماعت کے نام پسند و نصائح کو 75 تقریروں میں جمع کرنے کی توفیق ملی ہے۔ الحمد للہ علی ذالک۔ آج سامعین کے سامنے جلد 10 کی دوسری تقریر پیش کی جا رہی ہے۔

خدا کا شوق معرفت کیسے حاصل ہو

فرمایا:

”پہلے ایمان کو درست کرو۔ یہ ریاضتیں جو طریقہ نبوی سے باہر ہیں یہ تو کسی کام نہ آئیں گی اور نہ منزل مقصود کو پہنچائیں گی۔ دیکھو! بعض جوگی اس قدر ریاضتیں کرتے ہیں کہ اپنے بازو سکھا دیتے ہیں مگر اللہ کے نزدیک مقبول نہیں کیونکہ ایک تو ارشاد نبوی کے خلاف۔ دوم ایمان ہی نہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ (المائدہ: 28)۔ یعنی اللہ ان کی عبادت قبول کرتا ہے جو خدا سے ڈرتے ہیں اور ڈرنے کا نتیجہ یہ ہے کہ اُس کے منشاء کے مطابق کام کرتے ہیں اور سب سے پہلا کام تو یہ ہے کہ اُس کے مامور کو مانیں۔ دیکھو! یہودی خدا کو مانتے ہیں اور مشرک بھی نہیں۔ قبلہ بھی اُن کا وہ ہے جو پہلے مسلمانوں کا رہ چکا ہے۔ مگر پھر بھی خدا کے حضور مقبول نہیں۔ صرف اس لئے کہ خدا کے رسول کو نہ مانا۔ رسولوں کو نہ ماننے سے وہی جنہیں عالمین پر فضیلت دی گئی تھی ملعون ہوئے کیونکہ گناہ تو اور بھی ہیں مگر سب سے بڑا گناہ مامور من اللہ کا انکار ہے۔ غور کر کے دیکھو تو معلوم ہو جائے گا کہ سب سے بڑا گناہ یہ کیوں ہے جس قدر گناہ ہیں وہ سب خدا تعالیٰ کے احکام کی نافرمانی داری سے پیدا ہوتے ہیں اور خدا کے احکام ماموروں کی معرفت دنیا پر ظاہر ہوتے ہیں۔ پس جب ان احکام کے لانے والے کو نہ مانا تو گویا اللہ کے کسی حکم کو بھی نہ مانا کیونکہ جس نے اللہ کی مرضی ظاہر کرنی تھی جب اُس کا انکار کیا تو اُس کی رضامندی کی راہوں کا کیونکر علم ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہودی باوجود خدا کو ماننے، نماز روزہ کرنے کے بندر سور کہلائے۔“

اس شخص نے عرض کیا حضور میں ایمان لایا۔

فرمایا:

”پھر توبہ استغفار و وصول الی اللہ کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (العنکبوت: 70)، پوری کوشش سے اُس کی راہ میں لگے رہو۔ منزل مقصود تک پہنچ جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ کو کسی سے بھل نہیں۔ آخر انہیں مسلمانوں میں سے وہ تھے جو قطب اور ابدال اور غوث ہوئے۔ اب بھی اُس کی رحمت کا دروازہ بند نہیں۔ قلب سلیم پیدا کرو۔ نماز سنوار کر پڑھو۔ دعائیں کرتے رہو۔ ہماری تعلیم پر چلو ہم بھی دعا کریں گے یاد رکھو! ہمارا طریق بعینہ وہی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کا تھا۔ آج کل فقراء نے کئی بدعتیں نکال لی ہیں۔ یہ چلے اور ورد و وظائف جو انہوں نے رائج کر لئے ہیں ہمیں ناپسند ہیں۔ اصل طریق اسلام قرآن مجید کو تدبیر سے پڑھنا اور جو کچھ اس میں ہے اُس پر عمل کرنا اور نماز توجہ کے ساتھ پڑھنا اور دعائیں توجہ اور انابت الی اللہ سے کرتے رہنا۔ بس نماز ہی ایسی چیز ہے جو معراج کے مراتب تک پہنچا دیتی ہے۔ یہ ہے تو سب کچھ ہے۔“

(ملفوظات جلد 10 صفحہ 106-107)

سامعین! بت پرستی، انسان پرستی کی سزا آخرت میں ہے۔

فرمایا:

”یاد رکھو کہ بت پرستی، انسان پرستی، مخلوق پرستی کی سزا آخرت میں ہے۔ مگر شریفوں بد معاشوں، ظلم و تعدی، غفلت اور اہل حق کو ستانے اور دکھ دینے کی سزا اسی دنیا میں دی جاتی ہے۔ نوح کے وقت جو عذاب آیا اگر خدا تعالیٰ کے رسول کو نہ ستاتے تو وہ عذاب نہ آتا۔ یہ شوخی پر اس لئے عذاب آتا ہے کہ ”ایک چور دوسرا چتر“ دنیا دار الکافات نہیں۔ اس میں دست بدست سزا صرف اُسے ملتی ہے جو بد معاشی کرے جو شرافت کے ساتھ گناہ میں گرفتار ہو تو اُس کی سزا آخرت میں ہے اور اب جو دنیا میں عذاب آیا تو اسی لئے کہ دلیری، شوخی، شرارت حد سے بڑھ گئی ایسی کہ گویا خدا ہے ہی نہیں۔ طاعون نے اس قدر سخت بربادی کی مگر ابھی اُن کے دلوں نے کچھ محسوس نہیں کیا۔ پوچھو! تو ہنسی ٹھٹھے میں گزار دیتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں معمولی بیماری ہے گویا خدا کی قضاء و قدر سے منکر ہیں۔ بیشک یہ بیماری ہے۔ مگر انہی بیماریوں سے عذاب آیا کرتا ہے۔ یہودیوں پر جب یہ وبا پڑی تو خدا تعالیٰ نے اسے عذاب فرمایا۔ یاد رکھو کہ جب خدا چاہتا ہے انہی بیماریوں کو شدت و کثرت میں بڑھا کر ہلاک کر دیتا ہے۔ ان لوگوں کی بے یقینی کی یہ علامت ہے کہ عذاب کو عذاب نہیں سمجھتے۔ خدا تعالیٰ رحیم ہے سزا دینے میں دھیمائے مگر یہ لوگ یاد رکھیں کہ جب تک وہ وقت نہ آئے گا کہ پکار اٹھیں اب ہم سمجھتے ہیں عذاب بٹنے کا نہیں۔ اس کا علاج وہی ہے جو ہم بارہا دفعہ بتا چکے ہیں یعنی تضرع و انابت الی اللہ۔“

(ملفوظات جلد 10 صفحہ 123)

مومن پر ابتلاء نہ آنا سنت اللہ کے خلاف ہے۔

فرمایا:

”خدا تعالیٰ کے مامور پر ایمان لانے کے ساتھ ابتلاء ضروری ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ أَحْسِبَ النَّاسَ أَنْ يُتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ (العنکبوت: 3) کیا لوگوں نے سمجھا کہ چھوڑے جائیں گے یہ کہنے پر کہ ہم ایمان لائے اور آزمائے نہ جائیں گے۔ گویا ایمان کی شرط ہے آزما یا جانا۔ صحابہ کرام کیسے آزمائے گئے۔ اُن کی قوم نے طرح طرح کے عذاب دیئے اُن کے اموال پر بھی ابتلاء آئے۔ جانوں پر بھی، خویش و اقارب پر بھی۔ اگر ایمان لانے کے بعد آسائش کی زندگی آجاوے تو اندیشہ کرنا چاہیے کہ میرا ایمان صحیح نہیں کیونکہ یہ سنت اللہ کے خلاف ہے کہ مومن پر ابتلاء نہ آئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی نہیں ہو سکتا۔ وہ جب اپنی رسالت پر ایمان لائے تو اُسی وقت سے مصائب کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ عزیزوں سے جدا ہوئے، میل ملاپ بند کیا گیا، ملک سے نکالے گئے۔ دشمنوں نے زہر تک دے دیا۔ تلواروں کے سامنے زخم کھائے۔ اخیر عمر تک یہی حال رہا۔ پس جب ہمارے مقتداء و پیشوا کے ساتھ ایسا ہوا تو پھر اُس پر ایمان لانے والے کون ہیں جو بچے رہیں۔ ایسے ابتلاء جب آئیں تو مردانہ طریق سے اُن کا مقابلہ کرنا چاہئے۔ ابتلاء اسی واسطے آتے ہیں کہ صادق جدا ہو جائے اور کاذب جدا۔ خدا رحیم ہے مگر وہ غنی اور بے نیاز بھی ہے۔ جب انسان اپنے ایمان کو استقامت کے ساتھ مدد نہ دے۔ تو خدا تعالیٰ کی مدد بھی منقطع ہو جاتی ہے۔ بعض آدمی صرف اتنی سی بات سے دہریے ہو جاتے ہیں کہ

اُن کا لڑکا مر گیا یا بوی مر گئی یا رزق کی تنگی ہو گئی حالانکہ یہ ایک ابتلاء تھا جس میں پورا لکھتے تو انہیں اس سے بڑھ کر دیا جاتا اور رزق کی تنگی سے پر اگندہ دل ہونا مومن کا کام، متقی کا شیوہ نہیں یہ جو

پر اگندہ روزی پر اگندہ دل

کہتے ہیں۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ جو پر اگندہ دل ہو وہ پر اگندہ روزی رہتا ہے اور اوّل تو صادقوں کے سوا نچ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے خود اپنے تئیں پر اگندہ روزی بنا لیا۔ کیونکہ حضرت ابو بکرؓ تاجر تھے بڑے معزز، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا کر سب کو دشمن بنا لیا۔ کاروبار میں بھی فرق آ گیا یہاں تک کہ اپنے شہر سے بھی نکلے۔ یہ بات خوب یاد رکھو کہ سچا تقویٰ ایسی چیز ہے جس سے تمام مشکلات حل ہو جاتی ہیں اور کُل پر اگندگیوں سے نجات ملتی ہے۔ جھوٹے ہیں وہ لوگ جو خدا تعالیٰ پر تہمتیں دیتے ہیں۔ تمام انبیاء و راستبازوں کی گواہی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ رحیم و کریم کوئی نہیں۔ انسان جو حد سے زیادہ تنگ ہو جاتا ہے تو اُس کی اپنی ہی غلطی کا نتیجہ ہے۔ تو کُل میں کمی ہوتی ہے۔ صدق قدم نہیں ہوتا۔ صحیح طور سے مومن معلوم کرنا مشکل ہے۔ انسان کہہ سکتا ہے میں صالح ہوں، زاہد ہوں مگر خدا کے نزدیک وہ بدکار ہوتا ہے۔ ایسے ہی بعض ایسے بندے بھی ہیں جو لوگوں میں بڑے سمجھے جاتے ہیں۔ مگر خدا تعالیٰ کے نزدیک وہی صالح ہیں۔ دیکھو! ابو جہل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت بُرا سمجھا مگر اللہ کے نزدیک آپ سرور کائنات تھے۔ ابو جہل کو آپ کے بُرے ہونے پر یقین تھا کہ اُس نے مبالغہ تک کو لیا اور کہا۔ اَللّٰهُمَّ مَنْ كَانَ اَفْسَدُ لِلْقَوْمِ وَ اَقْطَمُ لِلْحِمِّ فَ اَهْلِكْهُ الْيَوْمَ۔ معلوم ہوتا ہے اُسے پکا یقین تھا جیسی تو یہ کلمات کہے۔ مگر اس کا نتیجہ کیا ہوا؟ کہ خدا تعالیٰ نے فعلی رنگ میں ظاہر کر دیا کہ صادق اور پاکباز کون ہے اور کاذب اور بدکار کون؟

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِىْ اَصْحَابِ السَّعِيْرِ (الملک: 11)۔ علم صحیح اور عقل سلیم یہ بھی خوش قسمتی کی نشانیاں ہیں۔ جس میں شقاوت ہو اُس کی مت ماری جاتی ہے۔ وہ نیک کو بد اور بد کو نیک سمجھتا ہے۔“

(ملفوظات جلد 10 صفحہ 124-125)

والدین کی فرمانبرداری

فرمایا:

”قرآن شریف جہاں والدین کی فرمانبرداری اور خدمت گزاری کا حکم دیتا ہے وہاں یہ بھی فرماتا ہے کہ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِىْ نُفُوسِكُمْ اِنْ تَكُونُوْا صٰدِقِيْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لَدَآءِ اٰیٰتِیْنَ عَفُوْرًا (بنی اسرائیل: 26)۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اگر تم صالح ہو تو وہ اپنی طرف جھکنے والوں کے واسطے غفور ہے۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بھی بعض ایسے مشکلات پیش آ گئے تھے کہ دینی مجبوریوں کی وجہ سے اُن کی اُن کے والدین سے نزاع ہو گئی تھی۔ بہر حال تم اپنی طرف سے اُن کی خیریت اور خبر گیری کے واسطے ہر وقت تیار رہو۔ جب کوئی موقع ملے اُسے ہاتھ سے نہ دو۔ تمہاری نیت کا ثواب تم کو مل کے رہے گا۔ اگر محض دین کی وجہ سے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کو مقدم کرنے کے واسطے والدین سے الگ ہونا پڑا ہے تو یہ ایک مجبوری ہے۔ اصلاح کو مد نظر رکھو اور نیت کی صحت کا لحاظ رکھو اور اُن کے حق میں دعا کرتے رہو۔ یہ معاملہ کوئی آج نیا نہیں پیش آیا۔ حضرت ابراہیم کو بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا تھا۔ بہر حال خدا کا حق مقدم ہے۔ پس خدا تعالیٰ کو مقدم کرو اور اپنی طرف سے والدین کے حقوق ادا کرنے کی کوشش میں لگے رہو اور اُن کے حق میں دعا کرتے رہو اور صحت نیت کا خیال رکھو۔“

(ملفوظات جلد 10 صفحہ 131)

زبان لاف و گزاف کسی کام کی نہیں

فرمایا:

”خیر اصل بات یہ ہے کہ انسان کو اپنی صفائی کرنی چاہیے۔ صرف زبان سے کہہ دینا کہ میں نے بیعت کر لی ہے کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتا جب تک عملی طور سے کچھ کر کے نہ دکھلایا جاوے۔ صرف زبان کچھ نہیں بتا سکتی۔ قرآن شریف میں آیا ہے کہ لَمْ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ۔ کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ (الصف: 3-4) یہ وقت ہے کہ سابقوں میں داخل ہو جاؤ یعنی ہر نیکی کے کرنے میں سبقت لے جاؤ۔ اعمال ہی کام آتے ہیں۔ زبانی لاف و گزاف کسی کام کی نہیں۔ دیکھو! حضرت فاطمہؓ کو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ فاطمہ! اپنی جان کا خود فکر کر لے۔ میں تیرے کسی کام نہیں آسکتا۔ بھلا خدا کا کسی سے رشتہ تو نہیں۔ وہاں یہ نہیں پوچھا جاوے گا کہ تیرا باپ کون ہے بلکہ اعمال کی پرکشش ہوگی۔

انسان میں کئی قسم کے گناہ، کسل، کبر، سستی اور باریک در باریک گناہ ہوتے ہیں ان سب سے بچنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں نفس انسان کے تین مرتبے بیان فرمائے ہیں۔ اتارہ، لوامہ، مطمئنہ۔ نفس اتارہ تو ہر وقت انسان کو گناہ اور نافرمانی کی طرف کھینچتا رہتا ہے اور بہت خطرناک ہے۔ لووامہ وہ ہے کہ کبھی کوئی بدی ہو جاوے تو ملامت کرتا ہے۔ مگر یہ بھی قابلِ اطمینان نہیں ہے۔ قابلِ اطمینان صرف نفس کی وہ حالت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے نفسِ مطمئنہ کے نام سے پکارا ہے اور وہی اچھا ہے۔ وہ اس حالت کا نام ہے کہ جب انسان خدا کے ساتھ ٹھہر جاتا ہے۔ اسی حالت میں آکر انسان گناہ کی آلائش سے پاک کیا جاتا ہے۔ یہی ایک گناہ سوز حالت ہے اور اسی درجہ کے انسانوں کے ساتھ برکات کے وعدے ہوئے ہیں۔ ملائکہ کا نزول ان پر ہوتا ہے اور حقیقی نیکی اور پاکی صرف انہیں کا حصہ ہوتی ہے۔

صرف زبان کا اقرار تو خدا تعالیٰ کے نزدیک کچھ چیز ہی نہیں۔ ہم نے اکثر ہندو دیکھے ہیں کہ خیانت کرتے ہیں۔ کم تو لتے ہیں۔ جھوٹ بولتے ہیں۔ دنیا کی محبت میں مَرے جاتے ہیں۔ مگر زبان سے دوسری طرف یہ بھی کہے جاتے ہیں کہ ابی صاحب! دنیا فانی ہے ناپائیدار ہے۔ پس تم ایسے ہو جاؤ کہ خدا تعالیٰ کے ارادے تمہارے ارادے ہو جاویں۔ اسی کی رضا میں رضا ہو۔ اپنا کچھ بھی نہ ہو سب کچھ اُس کا ہو جاوے۔ صفائی کے یہی معنی ہیں کہ دل سے خدا تعالیٰ کی عملی اور اعتقادی مخالفت اٹھادی جاوے۔ خدا تعالیٰ کسی کی نصرت نہیں کرتا جب تک وہ خود نہیں دیکھتا کہ اس کا ارادہ میرے ارادے اور اس کی مرضی میری رضا میں فنا نہیں ہے۔ میں کثرتِ جماعت سے کبھی خوش نہیں ہوتا۔ اب اگر چہ چار لاکھ بلکہ اس سے بھی زیادہ ہے۔ مگر حقیقی جماعت کے معنی یہ نہیں ہیں کہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر صرف بیعت کر لی۔ بلکہ جماعت حقیقی طور سے جماعت کہلانے کی تہ مستحق ہو سکتی ہے کہ بیعت کی حقیقت پر کاربند ہو۔ سچے طور سے اُن میں ایک پاک تبدیلی پیدا ہو جاوے اور اُن کی زندگی گناہ کی آلائش سے بالکل صاف ہو جاوے۔ نفسانی خواہشات اور شیطان کے پنجے سے نکل کر خدا تعالیٰ کی رضا میں محو ہو جاویں۔ حق اللہ اور حق العباد کو فراخ دلی سے پورے اور کامل طور سے ادا کریں۔ دین کے واسطے اور اشاعتِ دین کے لئے اُن میں ایک تڑپ پیدا ہو جاوے۔ اپنی خواہشات اور ارادوں، آرزوؤں کو فنا کر کے خدا کے بن جاویں، خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم گمراہ ہو پر جسے میں ہدایت دوں۔ تم سب اندھے ہو مگر وہ جس کو میں نور بخشوں۔ تم سب مُردے ہو مگر وہی زندہ ہے جس کو میں روحانی زندگی کا ثمرت پلاؤں۔ انسان کو خدا تعالیٰ کی ستاری ڈھانکے رکھتی ہے ورنہ اگر لوگوں کے اندرونی حالات اور باطن دنیا کے سامنے کر دیئے جاویں تو قریب ہے کہ بعض بعض کے قریب تک بھی جانا پسند نہ کریں۔ خدا تعالیٰ بڑا ستارہ ہے۔ انسانوں کے عیوب پر ہر ایک کو اطلاع نہیں دیتا۔ پس انسان کو چاہئے کہ نیکی میں کوشش کرے اور ہر وقت دعا میں لگا رہے۔ یقین جانو کہ جماعت کے لوگوں میں اور اُن کے غیر میں اگر کوئی مابہ الامتیاز ہی نہیں ہے۔ تو پھر خدا کوئی کسی کا رشتہ دار تو نہیں ہے۔ کیا وجہ ہے کہ ان کو عزت دے اور ہر طرح حفاظت میں رکھے اور اُن کو ذلت دے اور عذاب میں گرفتار کرے۔ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ (المائدہ: 28) متقی وہی ہیں کہ خدا تعالیٰ سے ڈر کر ایسی باتوں کو ترک کر دیتے ہیں جو منشاءِ الہی کے خلاف ہیں۔ نفس اور خواہشاتِ نفسانی کو اور دنیا و مافیہا کو اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں ہیچ سمجھیں۔ ایمان کا پتہ مقابلہ کے وقت لگتا ہے۔ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ ایک کان سے سنتے ہیں دوسری طرف نکال دیتے ہیں ان باتوں کو دل میں نہیں اتارتے۔ چاہے جتنی نصیحت کرو مگر اُن کو اثر نہیں ہوتا۔ یاد رکھو کہ خدا تعالیٰ بڑا بے نیاز ہے جب تک کثرت سے اور بار بار اضطراب سے دعا نہیں کی جاتی وہ پروا نہیں کرتا۔ دیکھو! کسی کی بیوی یا بچہ بیمار ہو یا کسی پر سخت مقدمہ آ جاوے تو ان باتوں کے واسطے اُس کو کیسا اضطراب ہوتا ہے۔ پس دعا میں بھی جب تک سچی تڑپ اور حالتِ اضطراب پیدا نہ ہو تب تک وہ بالکل بے شرم اور بیہودہ کام ہے۔ قبولیت کے واسطے اضطراب شرط ہے جیسا کہ فرمایا اَمَّا مَنْ يُجِئِبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا عَاوَدَ وَيَكْشِفُ السُّوَاءَ (النمل: 63)

ہماری جماعت کے لوگوں کو نمونہ بن کر دکھانا چاہیے۔ اگر کسی کی زندگی بیعت کے بعد بھی اسی طرح کی ناپاک اور گندی زندگی ہے جیسا کہ بیعت سے پہلے تھی اور جو شخص ہماری جماعت میں ہو کر بُرا نمونہ دکھاتا ہے اور عملی یا اعتقادی کمزوری دکھاتا ہے تو وہ ظالم ہے کیونکہ وہ تمام جماعت کو بدنام کرتا ہے اور ہمیں بھی اعتراض کا نشانہ بناتا ہے۔ بُرے نمونے سے اوروں کو نفرت ہوتی ہے اور اچھے نمونہ سے لوگوں کو رغبت پیدا ہوتی ہے۔ بعض لوگوں کے ہمارے پاس خط آتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ میں اگرچہ آپ کی جماعت میں ابھی داخل نہیں مگر آپ کی جماعت کے بعض لوگوں کے حالات سے البتہ اندازہ لگاتا ہوں کہ اس جماعت کی تعلیم ضرور نیکی پر مشتمل ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَالَّذِيْنَ هُمْ مُحْسِنُوْنَ (النحل: 129) خدا تعالیٰ بھی انسان کے اعمال کا روزنامچہ بناتا ہے۔ پس انسان کو بھی اپنے حالات کا ایک روزنامچہ تیار کرنا چاہیے اور اُس میں غور کرنا چاہیے کہ نیکی میں کہاں تک آگے قدم رکھا ہے۔ انسان کا آج اور کل برابر نہیں ہونے چاہئیں۔ جس کا آج اور کل اس لحاظ سے کہ نیکی میں کیا

ترقی کی ہے برابر ہو گیا وہ گھائے میں ہے۔ انسان گر خدا کو ماننے والا اور اسی پر کامل ایمان رکھنے والا ہو تو کبھی ضائع نہیں کیا جاتا بلکہ اُس ایک کی خاطر لاکھوں جانیں بچائی جاتی ہیں۔

ایک شخص جو اولیاء اللہ میں سے تھے اُن کا ذکر ہے کہ وہ جہاز میں سوار تھے۔ سمندر میں طوفان آگیا۔ قریب تھا کہ جہاز غرق ہو جاتا۔ اس کی دُعا سے بچا لیا گیا اور دعا کے وقت اس کو الہام ہوا کہ تیری خاطر ہم نے سب کو بچا لیا۔ مگر یہ باتیں نر زبانی جمع خرچ کرنے سے حاصل نہیں ہوتیں۔ دیکھو! ہمیں بھی اللہ تعالیٰ نے ایک وعدہ دیا ہے اِنِّیْ اُحْفَظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ۔ مگر دیکھو! ان میں غافل عورتیں بھی ہیں۔ مختلف طبائع اور حالات کے انسان ہیں۔ خدا نخواستہ اگر ان میں سے کوئی طاعون سے مر جاوے یا جیسا کہ بعض آدمی ہماری جماعت میں سے طاعون سے فوت ہو گئے ہیں تو ان دشمنوں کو ایک اعتراض کا موقعہ ہاتھ آگیا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْا اٰیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ (الانعام: 83) بہر حال جماعت کے افراد کی کمزوری یا بُرے نمونہ کا اثر ہم پر پڑتا ہے اور لوگوں کو خواہ مخواہ اعتراض کرنے کا موقع مل جاتا ہے۔ پس اس واسطے ہماری طرف سے تو یہی نصیحت ہے کہ اپنے آپ کو عمدہ اور نیک نمونہ بنانے کی کوشش میں لگے رہو۔ جب تک فرشتوں کی سی زندگی نہ بن جاوے تب تک کیسے کہا جاسکتا ہے کہ کوئی پاک ہو گیا۔ یَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ (النحل: 51) ہے۔

فنا فی اللہ ہو جانا اور اپنے سب ارادوں اور خواہشات کو چھوڑ کر محض اللہ کے ارادوں اور احکام کا پابند ہو جانا چاہیے کہ اپنے واسطے بھی اور اپنی اولاد، بیوی بچوں، خویش و اقارب اور ہمارے واسطے بھی باعثِ رحمت بن جاوے۔ مخالفوں کے واسطے اعتراض کا موقعہ ہر گز ہر گز نہ دینا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ فَبِئْسَ مَا لَمْ یَلْمَسْہٗ وَ مِنْہُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمِنْہُمْ سَابِقٌ بِالْخَیْرِتِ (الفاطر: 33)۔ پہلی دونوں صفات ادنیٰ ہیں۔ سابق بالخیرات بننا چاہئے۔ ایک ہی مقام پر ٹھہر جانا کوئی اچھی صفت نہیں ہے۔ دیکھو! ٹھہرا ہوا پانی آخر گندہ ہو جاتا ہے۔ کچڑ کی صحبت کی وجہ سے بدبودار اور بد مزہ ہو جاتا ہے۔ چلتا پانی ہمیشہ عمدہ، ستھر اور مزیدار ہوتا ہے اگرچہ اس میں بھی نیچے کچڑ ہو مگر کچڑ اس پر کچھ اثر نہیں کر سکتا۔ یہی حال انسان کا ہے کہ ایک ہی مقام پر ٹھہر نہیں جانا چاہیے۔ یہ حالت خطرناک ہے۔ ہر وقت قدم آگے ہی رکھنا چاہئے۔ نیکی میں ترقی کرنی چاہیے ورنہ خدا تعالیٰ انسان کی مدد نہیں کرتا اور اس طرح سے انسان بے نوری ہو جاتا ہے جس کا نتیجہ آخر کار بعض اوقات ارتداد ہو جاتا ہے۔ اس طرح سے انسان دل کا اندھا ہو جاتا ہے۔

خدا تعالیٰ کی نصرت انہیں کے شامل حال ہوتی ہے جو ہمیشہ نیکی میں آگے ہی آگے قدم رکھتے ہیں ایک جگہ نہیں ٹھہر جاتے اور وہی جن کا انجام بخیر ہوتا ہے۔ بعض لوگوں کو ہم نے دیکھا ہے کہ اُن میں بڑا شوق ذوق اور شدت رقت ہوتی ہے مگر آگے چل کر بالکل ٹھہر جاتے ہیں اور آخر اُن کا انجام بخیر نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں یہ دعا سکھائی ہے کہ اَصْدِحْ لِحِیْ ذُرِّیَّتِیْ (الاحقاف: 16) میرے بیوی بچوں کی بھی اصلاح فرما اپنی حالت کی پاک تبدیلی اور دعاؤں کے ساتھ ساتھ اپنی اولاد اور بیوی کے واسطے بھی دعا کرتے رہنا چاہیے کیونکہ اکثر فتنے اولاد کی وجہ سے انسان پر پڑ جاتے ہیں اور اکثر بیوی کی وجہ سے۔ دیکھو! پہلا فتنہ حضرت آدم پر بھی عورت ہی کی وجہ سے آیا تھا۔ حضرت موسیٰ کے مقابلے میں بلعم کا ایمان جو جھپٹ گیا۔ اصل میں اس کی وجہ بھی توریت سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ بلعم کی عورت کو اس بادشاہ نے بعض زیورات دکھا کر طمع دے دیا تھا اور پھر عورت نے بلعم کو حضرت موسیٰ پر بددعا کرنے کے واسطے اکسایا تھا۔ غرض ان کی وجہ سے بھی اکثر انسان پر مصائب شہد آند آجایا کرتے ہیں تو اُن کی اصلاح کی طرف بھی پوری توجہ کرنی چاہیے اور اُن کے واسطے بھی دعائیں کرتے رہنا چاہئے۔

(ملفوظات جلد 10 صفحہ 135-139)

سامعین! اس دور کے فتنہ کو دور کرنا بھی عبادت ہے

فرمایا:

”ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ اس زمانہ کے درمیان جو فتنہ اسلام پر پڑا ہو اسے اُس کے دور کرنے میں کچھ حصہ لے جاوے۔ بڑی عبادت یہی ہے کہ اس فتنہ کے دور کرنے میں ہر ایک حصہ ہے۔ اس وقت جو بدیاں اور گستاخیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ چاہئے کہ اپنی تقریر اور علم کے ساتھ اور ہر ایک قوت کے ساتھ جو اُس کو دی گئی ہے مخلصانہ کوشش کے ساتھ ان باتوں کو دنیا سے اُٹھا دے اگر اسی دنیا میں کسی کو آرام اور لذت مل گئی تو کیا فائدہ؟ اگر دنیا میں ہی اجر پالیا تو کیا حاصل؟ عقلی کا ثواب لو جس کا انتہاء نہیں۔ ہر ایک کو خدا کی توحید و تفرید کے لئے ایسا جوش ہونا چاہیے جیسا خود خدا کو اپنی توحید کا جوش ہے۔ غور کرو کہ دنیا میں اس طرح کا مظلوم کہاں ملے گا۔ جیسا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ کوئی گند اور گالی اور دشنام نہیں جو آپ کی طرف نہ پھینکی گئی ہو۔ کیا یہ وقت ہے کہ مسلمان خاموش ہو کر بیٹھ رہیں۔ اگر اس وقت میں

کوئی کھڑا نہیں ہوتا اور حق کی گواہی دے کر جھوٹے کے منہ کو بند نہیں کرتا اور جائز رکھتا ہے کہ کافر بے حیائی سے ہمارے نبی پر اتہام لگایا جائے اور لوگوں کو گمراہ کرتا جائے۔ تو یاد رکھو کہ وہ بیشک بڑی باز پرس کے نیچے ہے۔ چاہیے کہ جو کچھ علم اور واقفیت تم کو حاصل ہے وہ اس راہ میں خرچ کرو اور لوگوں کو اس مصیبت سے بچاؤ۔ حدیث سے ثابت ہے کہ اگر تم دجال کو نہ مارو تب بھی وہ تم پر ہی جائے گا۔ مثل مشہور ہے کہ ہر کمالے رازوالے۔ تیر ہویں صدی سے یہ آفتیں شروع ہوئیں اور اب وہ وقت قریب ہے کہ اس کا خاتمہ ہو جاوے۔ ہر ایک کافر فرض ہے کہ جہاں تک ہو سکے پوری کوشش کرے۔ نور اور روشنی لوگوں کو دکھائے۔ خدا تعالیٰ کے نزدیک ولی اور صاحب برکات وہی ہے جس کو یہ جوش حاصل ہو جائے۔ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس کا جلال ظاہر ہو۔ نماز میں جو سُبْحَانَ رَبِّ الْعَظِيمِ اور سُبْحَانَ رَبِّ الْأَعْلَى کہا جاتا ہے وہ بھی خدا تعالیٰ کے جلال کے ظاہر ہونے کی تمنا ہے۔ خدا تعالیٰ کی ایسی عظمت ہو کہ اس کی نظیر نہ ہو۔ نماز میں تسبیح و تقدیس کرتے ہوئے یہی حالت ظاہر ہوتی ہے کہ خدا تعالیٰ نے ترغیب دی ہے کہ طبعاً جوش کے ساتھ اپنے کاموں سے اور اپنی کوششوں سے دکھاوے کہ اس کی عظمت کے برخلاف کوئی شے مجھ پر غالب نہیں آسکتی۔ یہ بڑی عبادت ہے۔ جو اس کی مرضی کے مطابق جوش رکھتے ہیں۔ وہی مؤید کہلاتے ہیں اور وہی برکتیں پاتے ہیں جو خدا تعالیٰ کی عظمت اور جلال اور تقدیس کے واسطے جوش نہیں رکھتے ان کی نمازیں جھوٹی ہیں اور ان کے سجدے بیکار ہیں۔ جب تک خدا تعالیٰ کے لئے جوش نہ ہو یہ سجدے صرف جنتر منتر ٹھہریں گے جن کے ذریعہ یہ بہشت کو لینا چاہتا ہے۔

یاد رکھو! کوئی جسمانی بات جس کے ساتھ کیفیت نہ ہو فائدہ مند نہیں ہو سکتی جیسا کہ خدا تعالیٰ کو قربانی کے گوشت نہیں پہنچتے ایسے ہی تمہارے رکوع اور سجود بھی نہیں پہنچتے جب تک ان کے ساتھ کیفیت نہیں۔ خدا تعالیٰ کیفیت کو چاہتا ہے۔ خدا ان سے محبت کرتا ہے جو اس کی عزت اور عظمت کیلئے جوش رکھتے ہیں۔ جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ ایک باریک راہ سے جاتے ہیں اور کوئی دوسرا ان کے ساتھ نہیں جاسکتا۔ جب تک کیفیت نہ ہو انسان ترقی نہیں کر سکتا گویا خدا تعالیٰ نے قسم کھائی ہے کہ جب تک اس کے لئے جوش نہ ہو کوئی لذت نہیں دے گا۔

ہر ایک آدمی کے ساتھ ایک تمنا ہوتی ہے پر مومن نہیں بن سکتا جب تک ساری تمناؤں پر خدا تعالیٰ کی عظمت کو مقدم نہ کر لے۔ ولی قریب اور دوست کو کہتے ہیں۔ جو دوست چاہتا ہے وہی یہ چاہتا ہے تب یہ ولی کہلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ (الذریت: 57)۔ چاہئے کہ یہ خدا تعالیٰ کے لئے جوش رکھے۔ پھر یہ اپنے ابنائے جنس سے بڑھ جائے گا۔ خدا تعالیٰ کے مقرب لوگوں میں سے بن جائے گا۔ مردوں کی طرح نہیں ہونا چاہیے کہ مردہ کے منہ میں ایک شے ایک طرف سے ڈالی جاتی ہے تو دوسری طرف سے نکل آتی ہے۔ اسی طرح شقاوت کے وقت کوئی چیز اچھی ہو اندر نہیں جاتی۔ یاد رکھو کہ کوئی عبادت اور صدقہ قبول نہیں ہوتا جب تک کہ اللہ تعالیٰ کے لئے جوش نہ ہو۔ ذاتی جوش نہ ہو۔ جس کے ساتھ کوئی ملونی ذاتی فوائد اور منافع کی نہ ہو۔ ایسا ہو کہ خود بھی نہ جانے کہ یہ جوش میرے میں کیوں ہے۔ بہت ضرورت ہے کہ ایسے لوگ بکثرت پیدا ہوں مگر سوائے خدا کے ارادہ کے کچھ ہو نہیں سکتا اور جو لوگ اس طرح دینی خدمات میں مصروف ہوتے ہیں۔ وہ یاد رکھیں کہ وہ خدا پر کوئی احسان نہیں کرتے جیسا کہ ہر ایک فصل کے کاٹنے کا وقت آجاتا ہے ایسا ہی مفسد کے دور کر دینے کا اب وقت آگیا ہے۔ تثلیث پرستی حد کو پہنچ گئی ہے صادق کی توہین و گستاخی انتہا تک کی گئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قدر مکھی اور زنبور جتنا نہیں کیا گیا۔ زنبور سے بھی آدمی ڈرتا ہے اور چیونٹی سے بھی اندیشہ کرتا ہے۔ مگر حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بُرا کہنے میں کوئی نہیں جھجکا۔ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا (الحمد: 20) کے مصداق ہو رہے ہیں۔ یقیناً منہ ان کا کھل سکتا ہے انہوں نے کھولا اور منہ پھاڑ پھاڑ کر سب و شتم کئے۔ اب وہ وقت واقعی آگیا ہے کہ خدا تعالیٰ ان کا تدارک کرے۔ ایسے وقت میں وہ ہمیشہ ایک آدمی کو پیدا کیا کرتا ہے۔ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا (الاحزاب: 63)۔ وہ ایسے آدمی کو پیدا کرتا ہے جو اس کی عظمت و جلال کے لئے بہت ہی جوش رکھتا ہو۔ باطنی مدد کا اس آدمی کو سہارا ہوتا ہے۔ دراصل سب کچھ خدا تعالیٰ آپ کرتا ہے مگر اس کا پیدا کرنا صرف ایک سنت کا پورا کرنا ہوتا ہے۔ اب وقت آگیا ہے۔ خدا تعالیٰ نے عیسائیوں کو قرآن کریم میں نصیحت کی تھی کہ اپنے دین میں غلو نہ کریں پر انہوں نے اس نصیحت پر عمل نہ کیا اور پہلے وہ صرف ضالین تھے پر اب مضللین بھی بن گئے۔ خدا تعالیٰ کے صحف قدرت پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جب بات حد سے گزر جاتی ہے تو آسمان پر تیاری کی جاتی ہے۔ یہی اس کا نشان ہے کہ اب تیاری کا وقت آگیا ہے۔ سچے نبی رسول مجدد کی بڑی نشانی یہی ہے کہ وہ وقت پر آوے ضرورت کے وقت آوے۔ لوگ قسم کھا کر کہیں کہ کیا یہ وقت نہیں کہ آسمان پر کوئی تیاری ہو۔ مگر یاد رکھو کہ خدا تعالیٰ سب کچھ آپ کرتا ہے۔ ہم اور ہماری جماعت اگر سب کے سب حجروں میں بیٹھ جاویں تب بھی کام ہو جاوے گا اور دجال کو زوال آوے گا۔ تِلْكَ الْآيَاتُ نُدْأُولِهَا

(الانعام: 141)۔ اُس کا کمال بتاتا ہے کہ اب اُس کے زوال کا وقت ہے۔ اس کا ارتقاع ظاہر کرتا ہے کہ اب وہ نیچا دیکھے گا۔ اُس کی آبادی اُس کی بربادی کا نشان ہے۔ ہاں ٹھنڈی ہوا چل پڑی ہے۔ خدا تعالیٰ کے کام آہستگی کے ساتھ ہوتے ہیں۔

اگر ہمارے پاس کوئی دلیل بھی نہ ہوتی تو پھر بھی مسلمانوں کو چاہیے تھا کہ دیوانہ وار پھرتے اور تلاش کرتے کہ مسیح اب تک کیوں نہیں آیا؟ کس صلیب کے لئے آیا اُن کو چاہیے نہیں تھا کہ یہاں اُس کو اپنے جھگڑوں کے لئے بلا تے؟ اُس کا کام کس صلیب ہے اور اُس کی زمانہ کو ضرورت ہے اور اسی واسطے اُس کا نام مسیح موعود ہے۔ اگر ملائوں کو نوع انسان کی بہبودی مد نظر ہوتی تو وہ ہرگز ایسا نہ کرتے۔ اُن کو سوچنا چاہیے تھا کہ ہم نے فتویٰ لکھ کر کیا بنا لیا ہے جس کو خدا تعالیٰ نے کہا کہ ہو جاوے اُس کو کون کہہ سکتا ہے کہ نہ ہووے۔ یہ ہمارے مخالف بھی ہمارے نوکر چاکر ہیں کہ مشرق و مغرب میں ہماری بات کو پہنچا دیتے ہیں۔ ابھی ہم نے سنا ہے کہ گولڑے والا پیر ایک کتاب ہمارے برخلاف لکھنے والا ہے سو ہم خوش ہوئے کہ اس کے مریدوں میں سے جس کو خبر نہ تھی اُس کو بھی خبر ہو جاوے گی اور ان کو ہماری کتابوں کے دیکھنے کے لئے ایک تحریک پیدا ہوگی۔“

(ملفوظات جلد 10 صفحہ 177-181)

اللہ تعالیٰ ہمیں ان نصائح پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(کمپوزڈ: مسز عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

